# اسلام کا قانون وصیت اور پاکستان میں اس کے اطلاق کا جائزہ

# THE CONCEPT OF WILL IN ISLAM AND ITS APPLICATION IN PAKISTAN

Dr Mutee ur Rehman*
Dr Sajjad Ahmed**

**Abstract**

Islam gives a great importance to the will, as it is legitimated, and a confirmed Sunnah indicated by the Noble Qur'an and the Sunnah of the Prophet PBUH. The will precedes the implementation of inheritance rights because it is done by the will of the deceased. Although it is not compulsory for him, but it is part of his worldly gain and the benefit of his deeds for which he will be rewarded after his death. Writing a will is a matter that every Muslim and Muslim woman must take care of so that his heirs from his family know what he has and what he owes, and he is discharged from what his family may fall into after his death. Exist, and to accept the bequest if it is a specific person, and that the bequest be a resident money capable of inheritance, and it is also required in the recommended that it be in fact or judgment, and if it is not present, the will is not valid because the will for the nullified is not valid.

**Keywords:** will, Obligatory, Ordinance, law, Islamic council.

## مقدمہ

انسانی زندگی میں وصیت کی بہت زیادہ اہمیت ہے اور اس کی وجہ اس کے دینی اور دنیاوی فوائد ہیں جن سے معاشرہ اور اس کے افراد مستفید ہوتے ہیں۔ یہی وہ چیز ہے جس کا اللہ تعالی نے اپنی کتاب میں حکم دیا ہے، إذا حضر أحدكم الموت إن ترك خيرا الوصية للوالدين والأقربين بالمعروف حقا على المتقين[1] اور اسی طرح رسول کریم ﷺ کی طرف سے بھی بہت سی احادیث میں تاکید کی گئی ہے جیسا کہ آپ کا فرمان ہے إِنَّ اللهَ تَصَدَّقَ عَلَيْكُمْ عِنْدَ وَفَاتِكُمْ بِثُلُثِ أَمْوَالِكُمْ زِيَادَةً لَكُمْ فِي

---

* Assistant Professor, Islamic Studies, Islamabad Model College for Boys, G-11, Islamabad.
** Assistant Professor, Islamic Studies, University of Science and Technology, Mirpur, AJK.

أَعْمَالِكُمْ[2]۔اس کے علاوہ وصیت کی مشروعیت اور جواز پر فقہاء کا اجماع بھی ہے۔وصیت کرنے کا حکم یکساں نہیں ہے بلکہ مختلف احوال کے اعتبار سے وصیّت کی چار صورتیں واجب، مستحب جائز و مشروع اور مکروہ و ناجائز ہیں شریعتِ اسلامیہ میں وصیت کا قانون اس لئے بنایا گیا ہے کہ جن مستحق رشتہ داروں کو وراثت میں سے حصہ نہیں مل رہا تو وصیت کے ذریعے ان کی مدد کی جائے، مثلاً کوئی یتیم پوتا یا پوتی موجود ہے یا کسی بیٹے کی بیوہ تنگ دست ہے تو ان کے حق میں وصیت کر کے انھیں فائدہ پہنچایا جا سکتا ہے۔ شروع اسلام میں جب تک میراث کے حصے مقرر نہیں ہوئے تھے، تو وصیت کے ذریعے وارثوں کے حصے مقرر کرنا ہر شخص پر لازم تھا، تاکہ اس کے مرنے کے بعد کسی حق دار کا حق نہ مارا جائے اور نہ ہی خاندان میں اختلافات ہوں، لیکن تقسیم وراثت کے لئے جب سورۃ النساء کی آیات نازل ہو گئیں تو پھر وصیت کا وجوب ختم ہو گیا، البتہ وصیت کا استحباب باقی رہا۔

## وصیت کی لغوی تعریف

لسان العرب میں وصییت کو بمعنی عہد بیان کیا گیا ہے :العهد إلى الغير: أوصى الرجل ووصّاه: عهد إليه، وأوصيت إليه وأوصيت له بشيء وأوصيت إليه إذا جعلته وصيّك، وأوصيت ووصّيته إيصاء وتوصية[3]۔

وصیت لغت میں ہر اس چیز کو کہا جاتا ہے جس کے کرنے کا حکم دیا جائے خواہ زندگی میں یا مرنے کے بعد، لیکن عرف میں اس کام کو کہا جاتا ہے کہ مرنے کے بعد جس کے کرنے کا حکم ہو[4]۔ وصیت کا ایک معنی "نصیحت اور تاکید کرنے" کے بھی آتے ہیں، جیسا کہ ارشاد باری تعالی ہے: وَلَقَدْ وَصَّيْنَا الَّذِينَ أُوتُوا الْكِتَابَ مِنْ قَبْلِكُمْ وَإِيَّاكُمْ أَنِ اتَّقُوا اللَّهَ[5]

## وصیت کی شرعی تعریف

وصیت کی فقہانے یہ تعریف کی ہے: اسم لما أوجبه الموصى في ماله بعد موته، وبه ينفصل عن البيع، والإجارة والهبة؛ .لأن شيئاً من ذلك لا يحتمل الإيجاب بعد الموت[6]. تمليك مضاف إلى ما بعد الموت على سبيل التبرع عيناً كان أو منفعة[7] ۔

وصیت یہ ہے کہ بطور احسان اور تبرّع کسی کو مرنے کے بعد اپنے مال کے عین یا اُس کی منفعت یعنی نفع کا مالک بنادینا اس طرح یہ فروخت، اجارہ اور ہبہ سے یکسر مختلف ہے۔

## وصیت کی مشروعیت

وصیت ایک ایسا عمل ہے جو اللہ کے نیک بندوں، انبیاء اور رسولوں کی سنت رہی ہےوَوَصَّى بِهَا إِبْرَاهِيمُ بَنِيهِ وَيَعْقُوبُ يَا بَنِيَّ إِنَّ اللَّهَ اصْطَفَى لَكُمُ الدِّينَ فَلَا تَمُوتُنَّ إِلَّا وَأَنْتُمْ مُسْلِمُونَ[8] ۔ وصیت کی مشروعیت قران مجید، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی احادیث اور اجماع سے ثابت ہے۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے۔

كُتِبَ عَلَيكُم إِذا حَضَرَ أَحَدَكُمُ المَوتُ إِن تَرَكَ خَيرًا الوَصِيَّةُ لِلوالِدَينِ وَالأَقرَبينَ بِالمَعروفِ حَقًّا عَلَى المُتَّقينَ[9]

"تم پر فرض کر دیا گیاہے کہ جب تم میں سے کوئی مرنے لگے اور مال چھوڑے جارہاہو تو اپنے ماں باپ اور قرابت داروں کے لیے اچھائی کے ساتھ وصیت کر جائے۔ پرہیز گاروں پر یہ حق اور ثابت ہے۔"

امام فخر الدین الرازی اس کی آیت کی شرح بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں: واعلم أنه قد كتبه علينا وفرضه، كما قال :(كُتِبَ عَلَيْكُمُ الصِّيَامُ ) ولا خلاف بين الجميع أن تارك الصيام وهو عليه قادر مضيع بتركه فرضًا لله عليه، فكذلك هو بترك الوصية لوالديه وأقربائه وله ما يوصى لهم فيه، مضيع فرض الله عز وجل

جان لو کہ اللہ تعالی نے اس کو ہم پر ویسے ہی فرض کیاہے جیسے روزوں کو فرض کیاہے، جیسے روزے کو بلا عذر چھوڑنے والا ایک فرض کو ترک کر رہاہے ویسے ہی وہ شخص جس کے ذمہ اپنے والدین اور رشتہ داروں کے لئے وصیت کرنا ضروری ہے اگر وہ ایسا نہیں کرتا تو وہ بھی اللہ تعالی کی طرف سے عائد ایک فریضے کو ترک کر رہاہے[10]۔

سورۃ النساء میں اللہ تعالیٰ نے وارثوں کے متعین حصے ذکر فرمانے کے بعد کئی مرتبہ اس بات کو دہرایا ہے: (مِن بَعدِ وَصِيَّةٍ يوصىٰ بِها أَو دَينٍ)[11] یہ ساری تقسیم اس وصیت پر عمل کرنے کے بعد ہوگی جو مرنے والے نے کی ہے، یا اگر اس کے ذمے کوئی قرض ہے تو اس کی ادائیگی کے بعد۔ اس قانون کو بار بار دہرانا وصیت کی مشروعیت کو بیان کرتا ہے۔ اسی طرح سورہ مائدہ میں ارشاد ربانی ہے: يَاأَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا شَهَادَةُ بَيْنِكُمْ إِذَا حَضَرَ أَحَدَكُمُ الْمَوْتُ حِينَ الْوَصِيَّةِ اثْنَانِ ذَوَا عَدْلٍ مِنْكُمْ أَوْ آخَرَانِ مِنْ غَيْرِكُمْ[12] ۔

"اے ایمان والو! جب تم میں سے کوئی مرنے کے قریب ہو تو وصیت کرتے وقت آپس کے معاملات طے کرنے کے لیے گواہ بنانے کا طریقہ یہ ہے کہ تم میں سے دو دیانت دار آدمی ہوں (جو تمہاری وصیت کے

گواہ بنیں) یا اگر تم زمین میں سفر کر رہے ہو، اور وہیں تمہیں موت کی مصیبت پیش آجائے تو غیروں (یعنی غیر مسلموں) میں سے دو شخص ہو جائیں۔"

اس آیت میں ہر دو حالتوں سفر و حضر میں وصیت کی مشروعیت کا ذکر کیا گیا ہے اور وصیت کرتے وقت دو امانت دار لوگوں کو گواہ بنانے کا بھی کہا گیا ہے تاکہ بعد میں کسی طرح کا کوئی اختلاف پیدا نہ ہو۔

وصیت کے بارے میں نبی کریم ﷺ کا فرمان ہے: مَا حقُّ امرِءٍ مسلمٍ لَهُ شَيْءٌ يُوْصِيْ فِيْه يَبِيْتُ لَيْلَتَيْنِ الاَّ وَ وَصِيَّتُه مَكْتُوْبَةٌ عِنْدَه[13] کسی بھی مسلمان کے پاس کوئی چیز ہو جس کی وصیت کرنا ہو تو اس کے لیے یہ بات ٹھیک نہیں کہ دو راتیں گذر جائیں اور اس کی وصیت اس کے پاس لکھی ہوئی نہ ہو۔ سیدنا جابر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: مَنْ مَاتَ عَلٰى وَصِيَّتِه مَاتَ عَلٰى سَبِيْلٍ وَسُنَّةٍ وَمَاتَ عَلٰى تُقىً وَشَهادَةٍ وَمَاتَ مَغْفُوْرًا لَه[14]۔ جس شخص کو وصیت پر موت آئی (یعنی وصیت کر کے مرا) وہ صحیح راستہ اور سنت پر مرا، اور تقوی اور شہادت پر مرا، اور بخشا ہوا ہونے کی حالت میں مرا۔

سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: إِنَّ الرَّجُلَ لَيَعْمَلُ بِعَمَلِ أَهْلِ الْخَيْرِ سَبْعِينَ سَنَةً ، فَإِذَا أَوْصَى حَافَ فِي وَصِيَّتِهِ فَيُخْتَمُ لَهُ بِشَرِّ عَمَلِهِ فَيَدْخُلُ النَّارَ ، وَإِنَّ الرَّجُلَ لَيَعْمَلُ بِعَمَلِ أَهْلِ الشَّرِّ سَبْعِينَ سَنَةً فَيَعْدِلُ فِي وَصِيَّتِهِ فَيُخْتَمُ لَهُ بِخَيْرِ عَمَلِهِ فَيَدْخُلُ الْجَنَّةَ[15]۔

آدمی نیک لوگوں کے اعمال ستر سال تک کرتا رہتا ہے اور وصیت میں ظلم کرتا ہے اور برائی کے عمل پر خاتمہ ہونے کی وجہ سے جہنمی بن جاتا ہے اور بعض لوگ ستر برس تک بداعمالیاں کرتے رہتے ہیں لیکن وصیت میں عدل وانصاف کرتے ہیں اور آخری عمل ان کا بھلا ہوتا ہے اور وہ جنتی بن جاتے ہیں۔

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا: اَلْمَحْرُوْمُ مَنْ حُرِمَ وَصِيَّتَه[16] وہ شخص محروم ہے جو وصیت نہ کر سکے۔

بخاری و مسلم میں حدیث ہے طلحہ بن مصرف کہتے ہیں کہ میں نے عبد اللہ بن ابی اوفیٰ رضی اللہ عنہ سے پوچھا: "هَلْ كَانَ النَّبِيُّ ﷺ أَوْصَى؟ فَقَالَ: «لاَ»، فَقُلْتُ: كَيْفَ كُتِبَ عَلَى النَّاسِ الوَصِيَّةُ أَوْ أُمِرُوا بِالوَصِيَّةِ؟ قَالَ: "أَوْصَى بِكِتَابِ اللَّه"۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کوئی وصیت کی تھی؟ انہوں نے کہا کہ نہیں۔ اس پر میں نے پوچھا کہ پھر وصیت کس طرح لوگوں پر فرض ہوئی؟ یا لوگوں کو وصیت کا حکم کیوں کر دیا گیا؟ انہوں نے کہا کہ نبی کریم ﷺ نے لوگوں کو اللہ کی کتاب پر عمل کرنے کی وصیت کی تھی[17]۔

**واجب وصیت**

شریعت نے وصیت کرنا اس شخص پر واجب ٹھہرایا ہے جس کے ذمہ کسی قسم کا کوئی قرض ہو یا اس کے پاس کسی کی کوئی امانت ہو، یا اس کے ذمے کسی دینی فریضے کی ادئیگی واجب الادا ہو، کیونکہ اللہ تعالی نے امانتیں ادا کرنے کا حکم دیا ہے، اور اس پر عمل صرف وصیت کر کے ہی ہو سکتا ہے اور یہی جمہور علماء کا قول ہے، ابن عبد البر لکھتے ہیں: " أجمعوا على أن الوصية غير واجبة، إلا على مَن عليه حقوق بغير بينة، وأمانة بغير إشهاد "[18]۔ الشیخ عبد العزیز بن باز رحمہ اللہ فرماتے ہیں: " اگر اس شخص پر قرضے یا ایسے واجبات ہوں جن کے کوئی دستاویزی ثبوت نہ ہوں، تو جن کے واجبات دینے ہیں انکے حقوق کے تحفظ کیلئے ایسے شخص پر وصیت کرنا واجب ہے "۔[19]

**مستحب وصیت**

مستحب وصیت وہ ہے جس کا کرنا افضل و بہتر ہو مثلا اپنے ورثاء کیلئے یہ وصیّت لکھ کر جانا کہ اس کے مرنے کے بعد مسنون طریقے کے مطابق تجہیز و تکفین اور تدفین کی جائے اور غیر شرعی رسم ورَواج اور بدعات سے اجتناب کیا جائے۔ اپنے ورثاء کو توحید پر قائم رہنے اور نماز وغیرہ کی تاکید و تلقین، اور اُنہیں اللہ کی نافرمانیوں کے تمام کاموں سے بچنے اور تقویٰ کے ساتھ زندگی گزارنے کی وصیّت کرنی چاہیئے۔ جیسا کہ انبیاء علیہم الصلوۃ والسلام اپنی اولادوں کو وصیت کیا کرتے تھے۔ سورۃ البقرۃ میں حضرت ابراہیم علیہ السلام اور حضرت یعقوب علیہ السلام کی اپنے بیٹوں کو وصیّت کا ذکر کیا گیا ہے أَمْ كُنتُمْ شُهَدَاءَ إِذْ حَضَرَ يَعْقُوبَ الْمَوْتُ إِذْ قَالَ لِبَنِيهِ مَا تَعْبُدُونَ مِن بَعْدِي قَالُوا نَعْبُدُ إِلَٰهَكَ وَإِلَٰهَ آبَائِكَ إِبْرَاهِيمَ وَإِسْمَاعِيلَ وَإِسْحَاقَ إِلَٰهًا وَاحِدًا وَنَحْنُ لَهُ مُسْلِمُونَ[20] کیا تم اس وقت حاضر تھے جب یعقوب کو موت آئی تب اس نے اپنے بیٹوں سے کہا تم میرے بعد کس کی عبادت کرو گے؟ انہوں نے کہا ہم آپ کے اور آپ کے باپ دادا ابراھیم اور اسماعیل اور اسحاق کے معبود کی عبادت کریں گے جو ایک معبود ہے، اور ہم اسی کے فرمانبر دار ہیں۔

ایسے رشتہ دار جو شرعی طور پر وراثت کے مستحق نہ ہوں لیکن وہ نادار وضرورتمند ہوں تو اُن کیلئے ایک تہائی مال کی وصیت کرنا تاکہ اُنھیں بھی ترکہ میں سے کچھ مل جائے یہ بھی بہتر ہے، جیسے دادا کی وراثت میں یتیم پوتے کا کوئی حصہ نہیں ہوتا جبکہ دادا کے بیٹے یعنی اُس پوتے کے چچا موجود ہوں، تو ایسی صورت میں دادا کو اپنے اُس یتیم پوتے کیلئے وصیّت کر دینی چاہیئے بعض علماء نے ایسی صورت میں وصیت کرنے کو واجب بھی کہا ہے۔

**ناجائز وصیت**

اگر اولاد و دیگر وارثین، مال وجایئداد کے زیادہ مستحق ہیں تو پھر دوسروں کے حق میں اپنے مال کی وصیت کرنا ٹھیک نہیں ہے کیونکہ آپ ﷺ کا ارشاد ہے: إِنَّكَ أَنْ تَذَرَ وَرَثَتَكَ أَغْنِيَاءَ، خَيْرٌ مِنْ أَنْ تَذَرَهُمْ عَالَةً يَتَكَفَّفُونَ النَّاسَ[21]۔ تیرا اپنے وارثوں کو خوشحال چھوڑنا انہیں مفلس چھوڑ جانے سے بہتر ہے کہ وہ لوگوں کے سامنے ہاتھ پھیلاتے پھریں۔ لیکن اگر ورثاء آسودہ حال ہوں تو بھی انسان اپنے مال میں سے ایک تہائی سے زیادہ اپنی زندگی میں ہبہ، یا ایک تہائی سے زائد کی وصیت نہیں کر سکتا اور اگر ایک تہائی سے زیادہ وصیت کرے گا تو جمہور علماء کے نزدیک ایسی وصیت باطل ہے۔اسی طرح ایسے ورثاء جن کے حصے شریعت نے مقرر کر دیے ہیں ان کے لئے باقی حق داروں کی اجازت وصیت کرنا جائز نہیں۔" ابوامامہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو فرماتے ہوئے سنا:إن الله عز وجل قد اعطى كل ذى حق حقه، فلا وصية لوارث[22]۔ اللہ تعالیٰ نے ہر حق دار کو اس کا حق دیا ہے، خبر دار!وارث کے لئے کوئی وصیت نہیں۔ حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: مرضت، فعادني النبي صلى الله عليه وسلم، فقلت: يا رسول الله، ادع الله ان لا يردني على عقبي، قال: لعل الله يرفعك وينفع بك ناساً، قلت: اريد ان اوصي وإنما لي ابنة، قلت: اوصي بالنصف، قال: النصف كثير، قلت: فالثلث، قال: الثلث والثلث كثير او كبير، قال: فاوصى الناس بالثلث، وجاز ذلك لهم[23]

"میں مکہ میں بیمار پڑا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میری عیادت کیلئے تشریف لائے۔ میں نے عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ میرے لیے دعا کیجئے کہ اللہ مجھے الٹے پاؤں واپس نہ کر دے (یعنی مکہ میں میری موت نہ ہو) آپ ﷺ نے فرمایا ممکن ہے کہ اللہ تعالیٰ تمہیں صحت دے اور تم سے بہت سے لوگ نفع اٹھائیں۔ میں نے عرض کیا میرا ارادہ وصیت کرنے کا ہے۔ایک لڑکی کے سوا اور میرے کوئی (اولاد) نہیں۔ میں نے پوچھا کیا آدھے مال کی وصیت کر دوں؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ آدھا تو بہت ہے۔ پھر میں نے پوچھا تو تہائی کی کر دوں؟ فرمایا کہ تہائی کی کر سکتے ہو اگر چہ یہ بھی بہت ہے یا (یہ فرمایا کہ) بڑی (رقم) ہے۔ چنانچہ لوگ بھی تہائی کی وصیت کرنے لگے اور یہ ان کیلئے جائز ہو گئی"۔

سیدنا عمران بن حصین رضی اللہ عنہ سے روایت ہے (ان رجلا اعتق ستة مملوكين له عند موته ولم يكن له مال غيرهم، فبلغ ذلك النبي صلى الله عليه وسلم فغضب من ذلك وقال:" لقد هممت ان لا اصلي عليه"، ثم دعا مملوكيه فجزاهم ثلاثة اجزاء، ثم اقرع بينهم فاعتق اثنين وارق

اربعة).[24] (ایک شخص نے موت کے وقت اپنے چھ غلام آزاد کر دیئے، اس کے پاس ان کے علاوہ اور کوئی مال(مال و اسباب) نہ تھا، یہ بات نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو معلوم ہوئی تو آپ اس سے ناراض ہوئے، اور فرمایا" :میں نے ارادہ کیا کہ اس کی نماز جنازہ نہ پڑھوں"، پھر آپ نے اس کے غلاموں کو بلایا، اور ان کے تین حصے کیے، پھر ان کے درمیان قرعہ اندازی کی، اور دو کو آزاد کر دیا، اور چار کو رہنے دیا)۔

ان احادیث سے یہ بات واضح ہوتی ہے شریعت کے خلاف کی گئی وصیت حرام ہے اور اس کی تنفیذ بھی جائز نہیں ہے، اسی طرح کسی حرام کام کی وصیت یا ظلم وناانصافی کی وصیت بھی حرام ہیں، اگر کسی شخص کی بیوی یا ایک بیٹا اس کی زیادہ خدمت کرتے ہیں اور دوسرا بیٹا نافرمان ہو تو فرمانبردار بیٹے اور اطاعت شعار بیوی کے لئے ان کے مقرر حصوں سے سے زیادہ کی وصیت کرنا بھی حرام وصیت میں داخل ہے، اسی طرح بیٹا نہ ہونے کی صورت میں اپنی بیٹی یا منہ بولے بیٹے کو اپنے سارے مال کی وصیت کرنا بھی ناجائز ہے۔ پاکستانی قانون میں بھی اس بات کی وضاحت کی گئی ہے کوئی شخص ورثاء کی موجودگی میں اپنی ساری جائیداد کی وصیت نہیں کر سکتا[25]۔ مزید کہا گیا کہ ایسی وصیت مسائل کا باعث بنتی ہے ہاں البتہ ورثائ کی اجازت ہو تو پھر ایسی وصیت کی جاسکتی ہے[26]۔

**وصیت لکھنے کا طریقہ**

قرآن مجید میں وصیت کرتے وقت گواہ مقرر کرنے کی ہدایت دی گئی ہے: يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا شَهَادَةُ بَيْنِكُمْ إِذَا حَضَرَ أَحَدَكُمُ الْمَوْتُ حِينَ الْوَصِيَّةِ اثْنَانِ ذَوَا عَدْلٍ مِّنكُمْ أَوْ آخَرَانِ مِنْ غَيْرِكُمْ[27]۔ "اے ایمان والو! جب تم میں سے کسی کو موت آ پہنچے تو وصیت کے وقت تمہارے درمیان تم میں سے دو معتبر آدمی گواہ ہونے چاہئیں، یا پھر غیروں میں سے دو گواہ ہوں"۔ چنانچہ اگر کسی کو ڈر ہو کہ وارث اس کی وصیت پر عمل نہیں کریں گے تو اس کو چاہئے کہ دو متقی، پرہیز گار اور قابل اعتماد آدمیوں کو، وصیت پر گواہ مقرّر کر دے۔ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اللہ تعالی کا قرب حاصل کرنے کے لیے اپنے مال کے بارے میں وصیت کیا کرتے تھے اور اپنے وارثوں کے لئے تحریری وصیت کیا کرتے تھے۔ انس رضي اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ: كانوا يكتبون فى صدور وصاياهم: بسم الله الرحمن الرحيم: هذا ما أوصى به فلان بن فلان أن يشهد أن لا إله إلا الله وحده لا شريك له ويشهد أن محمدا عبده ورسوله وأن الساعة آتية لا ريب فيها وأن الله يبعث من فى القبور وأوصى من ترك من أهله أن يتقوا الله ويصلحوا ذات بينهم ويطيعوا الله ورسوله إن كانوا مؤمنين وأوصاهم بما أوصى به ابرهيم بنيه ويعقوب: إن الله اصطفى لكم الدين فلا تموتن إلا وأنتم مسلمون [28]۔

"صحابہ کرام وصیت کی ابتدا میں بسم اللہ الرحمن الرحیم لکھتے، یہ فلاں بن فلاں کی وصیت ہے جو لا الہ الا اللہ وحدہ لا شریک لہ: کی گواہی دے رہا ہے اور یہ بھی گواہی دے رہا ہے کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم اللہ کے بندے اور اس کے رسول ہیں، اور یہ کہ قیامت کے آنے میں کوئی شبہ نہیں ہے اور یہ کہ اللہ تعالی لوگوں کو قبروں سے اٹھائے گا، میں اپنے اہل وعیال کو اس بات کی وصیت کرتا ہوں کہ وہ اللہ تعالی سے ڈرتے رہیں، آپس میں ایک ہو کر رہیں، اگر مومن ہیں تو اللہ اور اس کے رسول کی اطاعت کرتے رہیں، اور میں انہیں ان باتوں کی وصیت کرتا ہوں جن کی وصیت حضرت ابراہیم ویعقوب علیہا السلام نے اپنے بیٹوں کو کی تھی: إِنَّ اللَّهَ اصْطَفَى لَكُمُ الدِّينَ فَلَا تَمُوتُنَّ إِلَّا وَأَنْتُمْ مُسْلِمُونَ"۔

موجودہ دور میں وصیت کی بہت زیادہ اہمیت ہے کیونکہ موت کا کچھ علم نہیں کسی وقت بھی آسکتی ہے اس لیے اپنے بنک اکاونٹ کی تفصیلات، مختلف اہم ایپلیکیشنز کے پاس ورڈ،، کمپنیوں کے شیئرز، جائداد، جس کسی کو قرض دیا ہو یا کسی سے لینا، تمام تفصیلات کو وصیت نامے میں لکھ کر محفوظ کر لیا جائے اور اس میں وقتاً فوقتاً ضروری ترمیم واضافہ کیا جائے۔

## وصیت کی تنفیذ

قرآن مجید میں وصیت پر عمل اور ادائیگی قرض کو وراثت کی تقسیم پر مقدم کیا گیا ہے جبکہ وصیت پر عمل میت کا قرض ادا کرنے کے بعد کیا جائے گا۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَضَى بِالدَّيْنِ قَبْلَ الوَصِيَّةِ، وَأَنْتُمْ تَقْرَءُونَ الوَصِيَّةَ قَبْلَ الدَّيْنِ۔

"نبی کریم ﷺ نے قرض وصیت سے پہلے ادا کرنے کا حکم دیا ہے، (یعنی انسان کے ترکے میں سے سب سے پہلے قرض کی ادائیگی کی جائے گی، پھر وصیت نافذ ہوگی)، جبکہ تم لوگ قرآن کریم میں وصیت کو پہلے اور قرض کو بعد میں پڑھتے ہو"[29]۔

اگر کوئی شخص اپنی وصیت میں کسی وارث کو محروم کر دے یا کسی شخص کے لیے شرعی حد سے زیادہ وصیت کر دے جس سے حق داروں کے حصوں میں کمی ہو تو ایسا شخص اللہ کے ہاں گناہ گار ہوگا اور ایسی وصیت باطل قرار پائے گی۔ سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: إِنَّ الرَّجُلَ لَيَعْمَلُ بِعَمَلِ أَهْلِ الْخَيْرِ سَبْعِينَ سَنَةً ، فَإِذَا أَوْصَى حَافَ فِي وَصِيَّتِهِ فَيُخْتَمُ لَهُ بِشَرِّ عَمَلِهِ فَيَدْخُلُ النَّارَ ، وَإِنَّ الرَّجُلَ لَيَعْمَلُ بِعَمَلِ أَهْلِ الشَّرِّ سَبْعِينَ سَنَةً فَيَعْدِلُ فِي وَصِيَّتِهِ فَيُخْتَمُ لَهُ بِخَيْرِ عَمَلِهِ فَيَدْخُلُ الْجَنَّةَ ۔ "آدمی نیک لوگوں کے اعمال ستر سال تک کرتا رہتا ہے اور وصیت میں ظلم کرتا ہے اور برائی کے عمل پر خاتمہ ہونے کی وجہ سے جہنمی بن جاتا ہے اور بعض لوگ ستر برس تک بد اعمالیاں کرتے

رہتے ہیں لیکن وصیت میں عدل وانصاف کرتے ہیں اور آخری عمل ان کا بھلا ہوتا ہے اور وہ جنتی بن جاتے ہیں"[30]۔ قران مجید میں غلطی یا بھول سے کسی ایک رشتے دار کی طرف زیادہ مائل ہو کر دوسروں کی حق تلفی کرنے والے یا جان بوجھ کر ایسا کرنے والے کی وصیت کو عدل وانصاف کے مطابق تبدیل کرنے کا حکم دیا گیا ہے۔اللہ تعالی کا ارشاد ہے: فَمَن خَافَ مِن مُّوص جَنَفًا أَو إِثما فَأَصلَحَ بَينَہُم فَلَآ إِثمَ عَلَيهِ إِنَّ ٱللَّهَ غَفُور رَّحِيم ۔[31] ہاں جو شخص وصیت کرنے والے کی جانب داری یا گناہ کی وصیت کر دینے سے ڈرے پس وہ ان میں آپس میں اصلاح کرادے تو اس پر گناہ نہیں، اللہ تعالیٰ بخشنے والا مہربان ہے۔ علامہ ابوالحیان اندلسی اس آیت کی تفسیر میں ابن عباس اور قتادہ کا قول نقل کرتے ہیں: قَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ، رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمَا، وَقَتَادَةُ، وَالرَّبِيعُ، مَعْنَى الْآيَةِ: مَنْ خَافَ، أَيْ عَلِمَ بَعْدَ مَوْتِ الْمُوصِي أَنَّ الْمُوصِيَ حَافَ وَجَنَفَ وَتَعَمَّدَ إِذَايَةَ بَعْضِ وَرَثَتِهِ، فَأَصْلَحَ مَا وَقَعَ بَيْنَ الْوَرَثَةِ مِنَ الِاضْطِرَابِ وَالشِّقَاقِ، فَلَا إِثْمَ عَلَيْهِ، أَيْ: لَا يَلْحَقُهُ إِثْمُ التَّبْدِيلِ الْمَذْكُورِ قَبْلُ، وَإِنْ كَانَ فِي فِعْلِهِ تَبْدِيلُهَا، وَلَكِنَّهُ تَبْدِيلٌ لِمَصْلَحَةٍ، وَالتَّبْدِيلُ الَّذِي فِيهِ الْإِثْمُ إِنَّمَا هُوَ تَبْدِيلُ الْهَوَى[32]۔

"وصیت کرنے والے کی موت کے بعد اگر یہ معلوم ہو جائے کہ اس نے اپنی وصیت کے ذریعے کسی پر ظلم کیا ہے اور جان بوجھ کر کسی وارث کو اذیت پہنچائی ہے تو ورثاء کے درمیان اس اختلاف کو دور کرنے میں کوئی گناہ نہیں ہے یعنی وصیت میں ایسی تبدیلی کی ممانعت نہیں ہے۔امام شوکانی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:"اللہ تعالیٰ کے فرمان "غَیْرَ مُضَارٍّ" کا مطلب یہ ہے کہ موصی ایسی وصیت کر جائے جس میں ورثاء کا کسی بھی طریقے سے نقصان نہ ہو مثلاً: کسی ایسی چیز کا اقرار کرے جو در حقیقت اس کے ذمے نہ تھی یا وصیت کا مقصد محض ورثاء کو نقصان پہنچانا ہو یا کسی وارث کے حق میں مطلق وصیت کر جائے یا غیر وارث کے حق میں تہائی مال سے زائد کی وصیت کرے جس پر ورثاء رضامند نہ ہوں۔ یہ تمام صورتیں باطل اور مردود ہیں جو کسی صورت میں نافذ نہ ہوں گی"[33]۔

## پاکستان میں وصیت کا قانون

پاکستانی آئین بھی وصیت لکھنے کی اجازت دیتا ہے جیسا کہ رجسٹریشن ایکٹ 1908 سیکشن 27 میں لکھا ہے:

"Wills may be presented or deposited at any time"

وصیت کو کسی بھی وقت پیش کیا اور جمع کروایا جا سکتا ہے لیکن وصیت کی باقاعدہ قانونی حیثیت کے لئے ضروری ہے کے اس کو رجسٹرار یا سب رجسٹرار کے پاس رجسٹر بھی کروایا جائے بمطابق سیکشن 40۔

"Persons entitled to present wills and authorities to adopt"

مسلم عائلی قوانین آرڈیننس 1961 کی دفعہ 4 میں یتیم پوتے پوتی یا نواسے نواسی کے لئے وراثت میں سے وصیت کرنا لازم قرار دیا گیا، اسلامی نظریاتی کونسل (اسلامی نظریہ کی مشاورتی کونسل) نے 1967 میں اس کی دفعہ 4 کو خلاف اسلام قرار دیا [34] فیڈرل شریعت کورٹ نے بھی 2000 میں نے اپنے فیصلہ میں اس کی دفعہ 4 کو خلاف اسلام قرار دیا[35]

کونسل نے تجاویز دیں کہ اگر مورث کی زندگی میں اس کا کوئی لڑکا یا لڑکی فوت ہو جائے جب کہ مورث کا کوئی اور بیٹا یا بیٹے مورث کی وفات کے وقت زندہ ہوں تو اس لڑکے یا لڑکی کی اولاد اپنے دادا یا نانا کے ترکہ میں اتنا حصہ پائے گی جتنے حصے کی وصیت ان کے نانا یا دادا نے ان کے حق میں کی ہو بشرطیکہ وہ وصیت مجموعی طور پر میت کے ترکہ سے ابتدائی واجبات ادا کرنے کے بعد کل ترکے کے ایک تہائی سے زائد نہ ہو۔ البتہ اگر دادا یا نانا نے مذکورہ اولاد کے حق میں کوئی وصیت نہ کی ہو تو اس دادا یا نانا کے ورثا پر لازم ہو گا کہ وہ مذکورہ اولاد کو اتنا نفقہ ادا کریں جتنا کہ عائلی عدالت متعلقہ امور پر غور کرنے کے بعد اسلامی شریعت کے مطابق ان کے لیے تجویز کرے۔[36]

ابن قدامہ لکھتے ہیں: ولا تجب الوصية الامن عليه دين، أو عنده وديعة أو عليه واجب يوصى بالخروج منه فان الله تعالىٰ فرض أداء الامانات وطريقه فى هذا الباب الوصية فتكون مفروضة عليه، فأما الوصية بجزء من ماله فليست بواجبة على أحد فى قول الجمهور وبذالك قال الشعبى والنخعى والثورى ومالك والشافعى و اصحاب الراء وغيرهم۔ [37]

"وصیت صرف اس شخص پر واجب ہے جس پر قرض ہو یا اس کے پاس کسی کا مال بطور امانت ہو یا اس پر کوئی اور چیز واجب ہو جسے وصیت کر کے پورا کرنا چاہتا ہو۔ اللہ تعالیٰ نے امانتوں کی ادائیگی کا حکم دیا ہے، اس لیے ان کی ادائیگی فرض ہے، البتہ کسی شخص پر اپنے مال کے کسی حصے کی وصیت کرنا واجب نہیں، یہی جمہور علما کا مؤقف ہے۔ امام شافعی، امام نخعی، امام ثوری، امام مالک، امام شافعی، اصحاب الرائے وغیرہ کا یہی مسلک ہے"۔

## نتائج بحث

موت کا کسی انسان کو علم نہیں کہ کب آ جائے اس لیے ہر انسان کو موت کے لئے تیار رہنا چاہئے اور وصیت کے ذریعے اپنے سارے معاملات کو درست رکھنا چاہیے۔ ہر مومن کو یہ فکر رہنی چاہئے کہ وہ دنیا میں کچھ ایسا کام کر کے جائے جس کا اجر وفات کے بعد بھی ملتا رہے فوت ہونے والے کو شریعت کی حدود میں رہ کر اپنے مال کے بارے میں وصیّت کرنی چاہیے۔ اپنے مال کے بارے میں وصیت کرتے وقت اس

بات کا خیال رکھا جائے کہ وصیت ایک تہائی مال یا اس سے کم کی ہو اور جس کے لئے وصیت کی جارہی ہے اس کا وارثت میں کوئی مقرر حصہ نہ ہو۔ ناجائز وصیت کو تبدیل کرکے درست کر دینے پر کوئی گناہ نہیں۔

## حوالہ جات

[1] -سورہ البقرہ:180

[2] -ابن ماجہ ابوعبد اللہ محمد بن یزید الربعي القزوینی، سنن 2709 وحسنه الألباني في صحيح ابن ماجه.

[3] -ابن منظور، جمال الدین محمد بن مكرم بن الأنصاري، لسان العرب، مادة (وَصَى) 15 /394)، دار الفكر، بيروت، ط الأولى، 1410ه-1990م

4 -سیوطی، علامہ جلال الدین، تفسیر جلالین، سورہ البقرہ آیت 180

[5] -سورہ النساء:131

[6] - الكاساني، علاء الدين أبو بكر بن مسعود الحنفي، بدائع الصنائع في ترتيب الشرائع 7 /332-333 ،دار الكتب العلمية، بيروت، لبنان، ط الثانية، ت ط:1406ه-1986م.(

[7] - الدسوقي، شمس الدين محمد عرفة الدسوقي، حاشية الدسوقي على الشرح الكبير، لأبي البركات سيدي أحمد الدردر ) بهامشه الشرح المذكور مع تقريرات محمد عليش 4 /422، دار إحياء التراث العربي

[8] -سورہ البقرة:132

[9] -سورہ البقرة:180

[10] - الرازي، الإمام محمد الرازي فخر الدين بن العلامة ضياء الدين عمر المشتهر بخطيب الري (544ھ)، تفسير الفخر الرازي المشتهر بالتفسير الكبير ومفاتيح الغيب 364، دار الفكر للطباعة والنشر والتوزيع، بيروت، لبنان /1415ھ،1995م

[11] -سورہ النساء:11

[12] -سورہ المائدہ:106

[13] -بخاری، ابوعبد اللہ محمد بن اسماعیل صحیح بخاری، کتاب الوصایا، رقم الحدیث:۲۵۸۷

[14] -سنن ابن ماجہ، الحث علی الوصیة، رقم الحدیث:۲۷۰۱

[15] -سنن ابن ماجہ كِتَاب الْوَصَايَا بَاب الْحَيْفِ فِي الْوَصِيَّةِ... رقم الحدیث:2696

[16] -سنن ابن ماجہ، الحث علی الوصیة، رقم الحدیث:2700 امام البانی نے اس حدیث کو ضعیف قرار دیا ہے۔

[17] - صحیح بخاري:2740

[18] -ابن قدامة أبو محمد موفق الدين عبد الله بن أحمد، المغني لابن قدامة، ج:8، ص:389-391

[19] -https://islamqa.info/ur/answers/121088

[20] -سورہ البقرہ:133

[21] - صحیح بخاری، حدیث 1295

[22] - أبو داود سليمان بن الأشعث السِّجِسْتاني، سنن أبي داود، حديث 2870

[23] - صحیح بخاری، حدیث 2744

[24] - النسائي، أبو عبد الرحمن أحمد بن شعيب بن علي الخراساني، سنن النسائی، حدیث 1958

[25] -CLC 2017 صفحہ 64

[26] -CLC 2017 صفحہ 666، SHC, 2017 PLD

[27] - سورہ المائدہ:106

[28] - الدارمي, أبو محمد عبد الله بن عبد الرحمن, سنن الدارمی حدیث 3227

[29] - سنن الترمذي، بَابُ مَا جَاءَ يُبْدَأُ بِالدَّيْنِ قَبْلَ الوَصِيَّةِ حدیث 2122

[30] - سنن ابن ماجہ كِتَابُ الْوَصَايَا بَابُ الْحَيْفِ فِي الْوَصِيَّةِ... رقم الحديث:2696

[31] - سورہ البقرہ:182

32 - أبو حيان، محمد بن يوسف أثير الدين الأندلسي، البحر المحيط في التفسير دار الفكر- بيروت 2/167

[33] - الشوكاني، محمد بن علي بن محمد بن عبد الله، تفسیر فتح القدیر: دار ابن کثیر، دار الکلم الطیب- دمشق، بیروت 1/487

[34] -۔ اسلامی نظریاتی کونسل، دسویں رپورٹ: مسلم عائلی قوانین، اپریل، ۱۹۸۳، ص29

[35] - اسلامی نظریاتی کونسل، دسویں رپورٹ: مسلم عائلی قوانین، اپریل، ۱۹۸۳، ص ۳۵

[36] - اسلامی نظریاتی کونسل کی سالانہ رپورٹ، ۷۹-۱۹۷۸

[37] - ابن قدامہ، ابو محمد عبد اللہ بن أحمد، المغنی، ھجر، القاہرہ ۸:۳۹۰